ڈاکٹر محمد رفیع الدّین مرحوم

(۳)

حکمتِ اقبال

وجدان اور عقلی استدلال کا تعلّق

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ کائنات کی عقلی توجیہہ کرتے ہوئے ایک فلسفی محض عقلی یا منطقی استدلال کے بل بوتے پر اپنے نتائج کو پہنچتا ہے اور اپنے اس استدلال میں جذبات کو راہ پانے نہیں دیتا۔ لیکن عقلی استدلال کا یہ نظریہ درست نہیں۔ ہر فلسفی پہلے کائنات کے اُن حقائق کی روشنی میں جو اُسے معلوم ہوں کائنات کی حقیقت کا ایک وجدانی تصور قائم کرتا ہے۔ پھر وہ اپنے اس تصور کی علمی اور عقلی تشریح کرنے کے لیے یعنی یہ بتانے کے لیے کہ یہی تصور ہے جو کائنات کی وحدت کا اصول ہے اور سارے حقائق کو متحد اور منظم کرتا ہے، عقلی استدلال سے کام لیتا ہے اس کا نتیجہ اس کے استدلال سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کا استدلال اس کے نتیجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اپنا نتیجہ اُسے پہلے ہی وجدانی طور پر معلوم ہوتا ہے اور اس کی طرف وہ اپنے استدلال کو اپنی پوری فکری قوّت اور زورِ بیان کے ساتھ موڑتا ہے۔ کوئی فلسفی چھوٹا یا بڑا اس اصول سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ ایک فلسفی پر ہی موقوف نہیں ایک سائنسدان یا ماہر ریاضیات بھی پہلے ایک حقیقت کو وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے اور بعد میں اُسے تجربات یا استدلال سے ثابت کرتا ہے۔ نیوٹن کا قانون ثقل سیب کو درخت سے نیچے گرتے ہوئے دیکھ کر پہلے وجدانی طور پر محسوس کیا گیا تھا اور بعد میں تجربات سے ثابت کیا گیا فیثاغورث کا مسئلہ بھی پہلے ایک وجدانی تصور تھا جسے بعد میں ریاضیاتی طور پر ثابت کیا گیا۔

حکمتِ اقبال کی نوعیت کی تشریح ایک ماہرِ ریاضیات کی مثال سے

ایک ماہر ریاضیات جس ریاضیاتی حقیقت کو وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے وہ اس کے نزدیک ایک حقیقت ہی رہتی ہے خواہ وہ اسے ثابت کرے یا نہ کرے اور ثابت کر سکے یا نہ کر سکے لیکن وہ اسے ثابت اس لیے کرتا ہے کہ دوسروں کو بھی اپنے وجدان میں شریک کرے۔ ہر ریاضیاتی

© rasailojaraid.com

حقیقت پہلے وجدانی طور پر ایک کُل کی حیثیت سے محسوس کی جاتی ہے۔ بعد میں اسے ثابت کرنے کے لیے اس کا منطقی یا عقلی تجزیہ کیا جاتا ہے جسے ماہر ریاضیات بعض ریاضیاتی مسلّمات سے شروع کرتا ہے۔ پھر ان مسلّمات سے ایک نتیجہ اخذ کرتا ہے جو ایک مساوات کی صورت میں ہوتا ہے لہٰذا یہ مساوات بھی ریاضیاتی مسلّمات میں داخل ہو جاتی ہے پھر اس نتیجہ یا مساوات سے وہ ایک اور نتیجہ اخذ کرتا ہے اور اس طرح سے ایک اور مساوات قائم کرتا ہے اور وہ بھی ایک ریاضیاتی مسلّمہ بن جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس وہ یہ عمل جاری رکھتا ہے یہاں تک کہ اس ریاضیاتی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے جسے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے اس کا یہ عمل نتائج یا مساوات کی کڑیوں یا حلقوں سے بنی ہوئی ایک زنجیر پیدا کرتا ہے جسے ہم اس ریاضیاتی حقیقت کا ثبوت کہتے ہیں کیونکہ اس عمل سے وہ لوگوں کیلئے ریاضیاتی مسلّمہ کے طور پر ثابت یا قائم ہو جاتی ہے اور اسی کو ہم اس حقیقت کی تشریح یا تفسیر بھی کہتے ہیں۔

اگر ماہر ریاضیات کا ابتدائی وجدانی تصوّر جس سے وہ آغاز کرتا ہے اور جسے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے درست ہو تو اس کا ثبوت بھی درست ہوتا ہے اور ہم قدم بہ قدم اس کے ساتھ چلتے رہتے ہیں کیونکہ اس کا کوئی نتیجہ کسی قدم پر بھی غلط اور ناقابلِ فہم نہیں ہوتا اگر ہم ماہر ریاضیات کی وجدانی حقیقت کو درست مان کر اس کے ثبوت کے راستہ پر قدم بہ قدم واپس آئیں یعنی سلسلۂ ثبوت کی آخری کڑی سے آغاز کر کے پیچھے کی طرف آئیں تو پھر اسی ریاضیاتی مسلّمہ پر پہنچ جاتے ہیں جس سے اس نے آغاز کیا تھا۔ اس عمل سے بھی ریاضیاتی حقیقت کی درستی ثابت ہو جاتی ہے گویا ابتدائی حقیقت کے جو نتائج یا مضمرات ہوتے ہیں اور وہ سب کے سب اس حقیقت کے اندر اور اس کے ہر نتیجہ کے اندر بالقوّہ موجود ہوتے ہیں ان کو بالفعل کرنا یا آشکارا کرنا ہی اس حقیقت کو ثابت کرنا اس کی تشریح یا تفسیر کرنا یا اُسے لوگوں کے مسلّمات میں شامل کرنا ہے جو صورت اُوپر بیان کی گئی ہے اس میں ثبوت مسلسل بھی ہے اور مکمل بھی ہے۔ کیونکہ اس کی کڑیاں نہ صرف تعداد میں پوری ہیں بلکہ ایک منطقی ترتیب میں رکھی گئی ہیں۔

.com

منظم اور مختصر ثبوت

لیکن اگر ایک عالم ریاضیات کی وجدانی قوت غیر معمولی طور پر تیز اور قوی ہو اور وہ کسی ریاضیاتی حقیقت کو جو اس نے اپنے وجدان سے دریافت کی ہو اپنی یا اپنی طرح کے دوسرے عالمانِ ریاضیات کی تشفی کے لیے ثابت کر رہا ہو تو بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کا وجدان ایک چھلانگ لگاتا ہے اور وہ اپنے سلسلۂ ثبوت کی بعض درمیانی کڑیوں کو چھوڑ کر کسی اگلی کڑی پر پہنچ جاتا ہے اور درمیان میں ایک خلا (GAP) چھوڑ جاتا ہے جو اس حقیقت کے بعض نتائج یا مضمرات سے پُر ہوتی ہے اور پھر بعض اور کڑیوں کو چھوڑ کر کسی اور اگلی کڑی پر جا نکلتا ہے اور اسی طرح کا ایک اور خلا درمیان میں چھوڑ جاتا ہے وعلیٰ ہٰذا القیاس اس قسم کا ثبوت مختصر تو ہوتا ہے لیکن غلط نہیں ہوتا۔ اگرچہ ریاضیات کے ایک معمولی طالب علم کو جو اس ماہر ریاضیات کے وجدان سے محروم ہو یہ ثبوت آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتا تاہم یہ ثبوت مکمل کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی تمام محذوف کڑیاں نہ صرف ماہر ریاضیات کے بنیادی تصور کے اندر بلکہ ان محذوف کڑیوں سے پہلے اور بعد کی مذکور کڑیوں کے اندر بھی بالقوہ موجود ہوتی ہیں۔ ایک دوسرا ماہر ریاضیات جو اس ریاضیاتی حقیقت کا پورا وجدان رکھتا ہو اس کی مدد سے اور نیز محذوف کڑیوں سے پہلے اور بعد کی مذکور کڑیوں کی مدد سے محذوف کڑیوں کو بآسانی مہیا کر سکتا ہے بشرطیکہ محذوف کڑیاں اتنی اہم نہ ہوں کہ ان کی عدم موجودگی میں مذکور کڑیوں کے عقلی اور منطقی تعلق کو سمجھنا ناممکن ہو جاتے۔ چنانچہ مبتدیوں کو سمجھانے یعنی ماہر ریاضیات کے وجدان میں شریک کرنے کے لیے یہ محذوف کڑیاں فی الواقع مہیا کی جاتی ہیں اور اس طرح سے ثبوت کے خلاؤں کو پُر کر کے اور اس کو ممکن حد تک طوالت اور وسعت دے کر مکمل کیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اب ہر شخص اسے بآسانی سمجھ سکتا ہے اس قسم کا مختصر ثبوت غیر منظم بھی نہیں ہوتا کیونکہ ثبوت کی ہر کڑی جو اس میں موجود ہوتی ہے دوسری موجود کڑیوں کی نسبت سے اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر کھوئی کڑیوں کو دریافت کر کے اپنی جگہ پر لے آنا نسبتاً آسان ہوتا ہے اس صورت میں ماہر ریاضیات کا ثبوت منظم یا مسلسل تو ہوتا ہے لیکن مکمل نہیں ہوتا۔

© rasailojaraid.com

غیر منظّم اور مختصر ثبوت

اب فرض کیجئے کہ ہمارا پہلا ماہر ریاضیات اپنی وجدانی ریاضیاتی حقیقت کے نتائج اور مضمرات درج کرتے ہوئے بعض نتائج ومضمرات کو اپنی تیز وجدانی قوّت کی وجہ سے غیر ضروری سمجھ کر نہ صرف حذف کر دیتا ہے بلکہ بعض جن کو وہ درج کرتا ہے اس ترتیب کے ساتھ نہیں لکھتا کہ وہ اس حقیقت کے ایک مسلسل اور منظّم ثبوت کی کڑیاں بن جائیں بلکہ اس کا جو نتیجہ بھی کسی وقت اس کے وجدان کی روشنی میں آتا ہے بلا ترتیب لکھتا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے تمام بڑے بڑے نتائج ومضمرات کو اسی طرح بے ترتیب لکھ دیتا ہے اس صورت میں ماہر ریاضیات کا ثبوت نہ صرف غیر مکمل ہوگا بلکہ غیر مسلسل بھی ہوگا اور اس صورت میں ریاضیات کے ایک معمولی طالب علم کے لیے اس کا سمجھنا اور بھی زیادہ مشکل ہوگا لیکن ایک دوسرے ماہر ریاضیات کے لیے جو اس ساری حقیقت کا پورا وجدان رکھتا ہو ان بے ترتیب نتائج ومضمرات کو ایک مسلسل اور مکمل ثبوت کی شکل میں لانا پھر بھی آسان ہوگا کیونکہ اس کی تمام ضروری کڑیاں بے ترتیب ہونے کے باوجود اس کے پیش نظر ہوں گی لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اب اسے دو کام کرنے پڑیں گے ایک تو یہ کہ اسے تمام غیر مرتب کڑیوں کو جو اس کے سامنے ہیں ان کی منطقی یا عقلی ترتیب میں رکھنا پڑے گا اور دوسرے ان کی ترتیب کے درمیانی خلاؤں کو ان کڑیوں سے پُر کرنا پڑے گا جو ریاضیاتی حقیقت کے موجد کے ریاضیاتی وجدان کی غیر معمولی تیزی اور قوت کی وجہ سے محذوف ہوگئی ہیں اور چونکہ یہ دوسری محذوف کڑیاں بھی ترتیب کو چاہیں گی اور پہلی مذکور کڑیوں کی ترتیب کے بغیر ساری کڑیوں کی زنجیر میں ان کا مقام بھی متعین نہ ہو سکے گا وہ بجا طور پر محسوس کرے گا کہ یہ دونوں کام الگ الگ نوعیت کے نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو چاہتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں اور لہٰذا دونوں کو ایک ساتھ ہی انجام دیا جا سکتا ہے ورنہ بالکل نہیں دیا جا سکتا۔

ایک ماہرِ ریاضیات اور فلسفی کا تقابل

جس طرح سے ایک ریاضیاتی حقیقت کا ثبوت حقائق معلومہ و مسلمہ کے ایک سلسلہ یا نظام کی شکل میں ہوتا ہے۔ اسی طرح سے حقیقت کائنات کے کسی تصور کا ثبوت جو ایک فلسفی پیش کرتا ہے حقائق معلومہ و مسلّمہ کے ایک سلسلہ یا نظام کی شکل میں ہوتا ہے جسے ہم نظامِ حکمت کہتے ہیں۔ ایک فلسفی بھی حقیقتِ کائنات کا جو وجدانی تصور قائم کرتا ہے وہ بھی اس کے نزدیک ایک حقیقت ہی کا تصور ہوتا ہے خواہ وہ اسے ایک حقیقت کے طور پر ثابت کرے یا نہ کرے اور کر سکے یا نہ کر سکے لیکن وہ ثابت کرنے کی کوشش اس لیے کرتا ہے کہ دوسروں کو بھی اپنے وجدان سے بہرہ ور کرے اور اس کے ثابت کرنے کا طریق بھی وہی ہے جو ایک ماہر ریاضیات اختیار کرتا ہے۔ وہ بھی ہمارے مسلّمات سے آغاز کرتا ہے اور یہ مسلّمات بھی بدیہیتوں (SELF EVIDENT TRUTHS) پر ان کے عقلی اور منطقی نتائج پر معلوم اور مسلّم علمی اور ریاضیاتی حقیقتوں (SCIENTIFIC AND MATHEMATICAL FACTS) پر اور ان کے نتائج اور مضمرات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ وہ چند ایسے مسلّمات کو جو اس کے بنیادی تصور کے مطابق ہوتے ہیں لے کر ایک نتیجہ نکالتا ہے گویا ان کو ایک دوسری شکل دیتا ہے اور ایک مساوات قائم کرتا ہے جو منطقی طور پر یعنی ہمارے ذہنی عمل کے قوانین کی رُو سے ہماری سمجھ میں آجاتی ہے اور لہٰذا ہمارے مسلّمات میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر اس نتیجہ سے ایک اور نتیجہ نکالتا ہے اور ایک اور مساوات قائم کرتا ہے جو منطقی طور پر یعنی ہمارے ذہنی عمل کے قوانین کی رُو سے ہماری سمجھ میں آجاتی ہے اور لہٰذا ہمارے مسلّمات میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر اس نتیجہ سے ایک اور نتیجہ نکالتا ہے اور ایک اور مساوات قائم کرتا ہے اور وہ بھی اگر درست ہو تو ہمارے مسلّمات میں داخل ہو جاتی ہے وعلیٰ ہٰذالقیاس یہاں تک کہ وہ اس عمل سے رفتہ رفتہ حقیقتِ کائنات کے اس وجدانی تصور تک پہنچ جاتا ہے جسے وہ درست ثابت کرنا چاہتا ہے اگر فلسفی کا تصورِ حقیقت درست ہو تو ہم اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں کیونکہ پھر اس کا کوئی نتیجہ کسی قدم پر بھی غلط اور ناقابلِ فہم نہیں ہوتا۔ اس صورت میں فلسفی کا ثبوت مسلسل بھی ہوتا ہے اور مکمل بھی۔ کیونکہ اس کی کڑیاں نہ صرف تعداد میں پوری ہوتی ہیں بلکہ ایک منطقی یا عقلی ترتیب

© rasailojaraid.com

یں رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

لیکن اگر فلسفی کی ذہنی یا وجدانی قوّت غیر معمولی طور پر تیز اور قوی ہو تو وہ اپنے وجدانی تصورِ حقیقت کا جو ثبوت پیش کرتا ہے۔ اس میں بہت سے خلا موجود ہوتے ہیں اور بہت سی کڑیاں غائب ہوتی ہیں اکثر بڑے بڑے فلسفی ایسے ہی ہوتے ہیں یہی سبب ہے کہ بڑے بڑے فلسفیوں کی کتابیں لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں اکثر فلسفیوں کا فلسفہ مسلسل ہوتا ہے یعنی اس کے استدلال کی کڑیاں عقلی یا منطقی ترتیب کے ساتھ رکھی ہوئی ہوتی ہیں لیکن ان کے درمیان کے خلاؤں کی وجہ سے ان کا باہمی عقلی یا منطقی ربط مبتدیوں اور عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا گویا مسلسل ہونے کے باوجود وہ عام لوگوں کے لیے مکمل نہیں ہوتا لہٰذا ہر بڑے فلسفی کے شارحین پیدا ہوتے ہیں جو اس کے ثبوت کی محذوف کڑیوں کو بیان کر کے اس کے فلسفہ کے خلاؤں کو پُر کرتے ہیں اور اس طرح سے اس کو عام لوگوں کے افہام کے قریب لے آتے ہیں۔

بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بڑا فلسفی جو حقیقتِ کائنات کا ایک صحیح اور واضح تصور رکھتا ہو اس کے نتائج اور مضمرات کو ایک مسلسل اور منظم استدلال یا مساوات اور نتائج کی ایک زنجیر کی شکل میں بیان نہ کرے بلکہ اس کا جو نتیجہ بھی کسی وقت اس کے وجدان کی روشنی میں نمودار ہو، وہ بلا ترتیب لکھتا چلا جائے یہاں تک کہ اس کے تمام ضروری اور بڑے بڑے نتائج و مضمرات کو اسی طرح سے بلا ترتیب لکھ دے اس صورت میں اس کا ثبوت نہ صرف غیر مکمل ہوگا بلکہ غیر مسلسل بھی ہوگا اور اس صورت میں عام لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا اور بھی زیادہ مشکل ہوگا۔ اقبال کی حکمت اسی نوعیت کی ہے لیکن ایسے شخص کے لیے جو ایسے فلسفی کے تصورِ حقیقت (IDEA OF REALITY) کا پورا وجدان رکھتا ہو اس تصور کے ثبوت کو اس کے بیان کیے ہوتے نتائج اور مضمرات کی روشنی میں مسلسل اور منظم بنا کر پیش کرنا پھر بھی آسان ہوگا۔ کیونکہ اس کی تمام ضروری کڑیاں بے ترتیب ہونے کے باوجود اس کے پیشِ نظر ہوں گی اور اس کا وجدان ان کے باہمی عقلی اور علمی ربط کو اس کے لیے واضح کرے گا لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اسے بھی اس ماہر ریاضیات کی طرح جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے دو کام ایک ساتھ کرنے پڑیں گے ایک تو یہ کہ اسے ان تمام غیر مرتب کڑیوں کو جو اس کے سامنے موجود ہیں ان کی منطقی اور عقلی ترتیب کے ساتھ رکھنا پڑیگا

com

اور دوسرے ان کی درمیانی خلاؤں کو ان کڑیوں سے پُر کرنا پڑے گا جو فلسفی کی ذہنی قوت کی غیر معمولی تیزی کی وجہ سے محذوف ہوگئی ہیں اس طرح سے اس کے پیش رو فلسفی کا تصورِ حقیقت ایک مسلسل اور مکمل نظامِ حکمت کی صورت میں سامنے آجائے گا اور لوگوں کے لیے اس کے وجدان میں شریک ہونا اور اس کے تصورِ حقیقت سے متفق ہونا آسان ہو جائے گا۔

حکمتِ اقبال کی تشریح کے لوازمات

کسی حکمت کی صحت کی علامت نہ تو یہ ہے کہ اس کے تمام تصورات بالفعل اور فی الفور ایک منطقی سلسلہ کی صورت میں ہوں اور نہ یہ کہ ان کے منطقی سلسلہ کے اندر ایسے خلاء موجود نہ ہوں جو ایک حد تک معلوم اور مسلّم علمی حقیقتوں سے پُر ہو سکتے ہوں بلکہ فقط یہ ہے کہ ایک تو حقیقتِ کائنات کے متعلق اس کا تصور درست ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے سارے معلوم اور مذکور تصورات منطقی اور عقلی طور پر اس مرکزی تصور سے مطابقت رکھتے ہوں حکمتِ اقبال میں یہ اوصاف موجود ہیں۔ اس صورت میں اگرچہ یہ حکمت تصورات کا ایک مرتب سلسلہ نہیں بلکہ خلط ملط تصورات کا ایک مجموعہ ہوگی تاہم صحیح اور درست ہوگی اور ایک نظام کی صورت میں ہوگی۔ تمام صحیح اور سچی علمی حقیقتیں جو اس کے ظہور کے وقت تک دریافت ہو چکی ہوں پہلے ہی سے اس کے ساتھ مناسبت رکھیں گی بلکہ اس کے اندر بالقوہ موجود ہوں گی اگرچہ بالفعل اور آشکار طور پر اس کے ساتھ وابستہ نہ کی گئی ہوں اگرچہ ان علمی حقیقتوں کی تعداد اس حکمت کو منظم کرنے کے لیے کفایت کرتی ہو اس کی معقولیت فلسفہ کے ایک معمولی طالب علم کو جو اس کے بنیادی تصورِ حقیقت کا پورا وجدان نہ رکھتا ہو آسانی سے سمجھ میں نہ آسکے گی۔ چونکہ اس کے اندر کے تصوّرات ایک منطقی یا عقلی سلسلہ کی صورت میں نہیں ہوں گے اس کی پہلی غلط فہمی یہ ہوگی کہ یہ تصورات آپس میں اور حکمت کے بنیادی مرکزی تصورِ حقیقت کے ساتھ کوئی منطقی یا عقلی ربط نہیں رکھتے اور یہ غلط فہمی اسے اس حکمت کی معقولیت کا صحیح اندازہ قائم کرنے سے باز رکھے گی اس کی دوسری غلط فہمی یہ ہوگی کہ یہ تصورات ان علمی حقیقتوں کے ساتھ بھی کوئی منطقی یا عقلی ربط نہیں رکھتے جو اس حکمت سے باہر ہیں اور وہ یہ سمجھتا رہے گا کہ یہ بیرونی علمی حقیقتیں دراصل دوسرے فلسفوں کے ساتھ (جو اتفاقاً منظم اور مسلسل بنا دیئے گئے ہوں اور جن کے

© rasailojaraid.co

اندریہ حقیقتیں توڑ موڑ کر سمو دی گئی ہوں، زیادہ مطابقت رکھتی ہیں۔ اس طرح سے چونکہ وہ ان علمی حقیقتوں کو اس حکمت کی تائید کے لیے مہیا نہ پائے گا۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی اس کی معقولیت اس کی نگاہوں سے اوجھل رہے گی لہٰذا اگر ہم فلسفہ کے اس طالب علم کو اس حکمت کی معقولیت سے آشنا کرنا چاہیں تو ہمارے لیے اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ:

اوّل : ہم اس حکمت کے تمام تصورات کو ان کی عقلی یا منطقی ترتیب سے آراستہ کریں جس سے معلوم ہو جائے کہ وہ فی الواقع ایک دوسرے کے ساتھ اور حکمت کے بنیادی تصورِ حقیقت کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔

دوئم : ہم اس تسلسل اور ترتیب کے درمیان کے خلاؤں کو بحدِّ امکان اور تصورات سے یعنی معلوم اور مسلّم علمی حقیقتوں سے جس قدر پُر کر سکتے ہیں پُر کریں اور اس طرح سے ان خلاؤں کی تعداد اور طوالت کو جس قدر کم کر سکتے ہیں کم کریں اس کا سبب یہ ہے کہ اگر ایک بھی سچی علمی حقیقت ایسی ہو جسے ہم اس حکمت کے نظام سے باہر چھوڑ دیں تو ہم اس ضرورت کا حق ادا نہیں کر رہے ہوں گے اور اس نظامِ حکمت کو اتنا معقول اور مدلّل اور منظم نہیں بنا رہے ہوں گے جتنا کہ وہ اپنے وقت کی معلوم اور مسلّم علمی حقیقتوں کی تعداد کے پیشِ نظر بن سکتا ہے چوں کہ یہ تصورات بھی جو اس حکمت کے خلاؤں کو پُر کرنے کے لیے کام میں لائے جائیں گے، ترتیب کو چاہیں گے اور پہلے اندرونی تصورات کی ترتیب کے بغیر اس پورے نظامِ حکمت میں ان کا صحیح مقام بھی معیّن نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا یہ دونوں کام الگ الگ نوعیّت کے نہیں ہوں گے بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا تقاضا کرے گا اور دوسرے کے بغیر نامکمل رہے گا۔ لہٰذا ہمیں ان دونوں کاموں کو ایک ساتھ ہی انجام دینا پڑے گا لیکن ان دونوں کو بیک وقت انجام دینے کے لیے دو شرطیں ضروری ہوں گی۔

(ا) یہ کہ معلوم اور مسلّم سچی علمی حقیقتیں اپنی نوعیّت اور تعداد کے لحاظ سے اس حد تک ترقی کر چکی ہوں کہ جب اس حکمت کے اندرونی تصورات کو عقلی ترتیب کے ساتھ آراستہ کرنے کی کوشش کی جائے اور اس سلسلہ میں ان علمی حقیقتوں کو اس ترتیب کے خلاؤں کو پُر کرنے کے لیے کام میں لایا جائے تو خلاؤں کی طوالت اور تعداد یہاں تک کم ہو جائے کہ

ترتیب سچ مچ ایک مسلسل منطقی اور عقلی نظام کی شکل اختیار کرکے اور اپنی اس حیثیت کی وجہ سے باسانی ہر شخص کی سمجھ میں آجائے۔

(ii) اس حکمت کے اندر پہلے ہی سے بعض ایسے معلوم اور مسلّم علمی حقائق سموئے ہوئے اور بالفعل اور آشکار طور پر موجود ہوں جن کی وجہ سے اس حکمت کے ساتھ بیرونی علمی حقائق کی علمی اور عقلی مناسبت یا مطابقت واضح ہو سکتی ہو۔ اس قسم کے اندرونی علمی حقائق کی موجودگی کے بغیر اس حکمت کے اندرونی تصورات کو ایک عقلی ترتیب دینا اور بیرونی علمی حقائق کو کام میں لاکر اس کے خلاؤں کو پُر کرنا مشکل ہوگا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک نقاش فنکار ایک دلکش قدرتی منظر کا ایک وجدانی تصوّر محسوس کرے اور پھر اس تصوّر کی انتہائی محبّت کی وجہ سے اُسے ایک خوبصورت رنگین تصویر کے طور پر صفحہ قرطاس پر لانا چاہے وہ پہلے اس کا خاکہ بنانے کا فیصلہ کرے گا تاکہ بعد میں اس خاکہ کے اندر رنگ بھر کر تصویر کو مکمل کرسکے فرض کیا کہ خاکہ مکمل کرنے سے پہلے وہ اسے ایک ایسی حالت میں چھوڑ دیتا ہے کہ یہ تو صاف نظر آرہا ہوتا ہے کہ وہ کسی وجدانی منظر کی تصویر کا خاکہ ہے لیکن اس میں بعض درختوں، پہاڑوں، عمارتوں، سڑکوں، میدانوں، دریاؤں اور کھیتوں کے گوشے اور زاویے اس حد تک آشکار نہیں ہوتے کہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ وہ تصویر کی کون سی چیز بنائیں گے اس حالت میں ایک دوسرے ماہر فنکار کے لیے اپنی ساری مہارت کے باوجود مشکل ہوگا کہ وہ تصویر کو اس کے سارے رنگین مظاہر کے سمیت مکمل کرنا تو درکنار اس کے خاکہ ہی کی تکمیل کرسکے لیکن اگر پہلا فنکار خاکہ کو مکمل تو نہیں کرتا لیکن اس کے خطوط کو یہاں تک آگے بڑھا دیتا ہے کہ ایک دوسرا فنکار اسے دیکھ کر معلوم کرے کہ یہ خطوط آگے چل کر کس کس طرف کو بڑھنے والے تھے اور کیا کیا شکلیں بنانے والے تھے اور خاکہ کی آخری شکل کیا ہونے والی تھی تو اس صورت میں وہ نہ صرف خاکہ ہی کو مکمل کرسکے گا بلکہ اس قابل بھی ہوگا کہ تصویر کے سارے رنگوں کو خاکہ کے اندر اپنی اپنی جگہ پر بھر کر تصویر کو اس کی پوری آب و تاب اور مکمل دلکشی اور زیبائی کے ساتھ جلوہ گر کرسکے۔

© rasailojaraid.com

شارحِ اقبال کی ضروری صلاحیتیں

ان دو شرطوں کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی صحیح اور سچی حکمت نوعِ بشر کے علمی ارتقا کے ایک خاص مرحلہ پر پہنچ کر ہی ایک مسلسل اور مرتب علمی نظام کی صورت اختیار کر سکتی ہے اس سے پہلے نہیں ان دو شرائط کو ذہن میں رکھنے سے یہ بات بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ جو شخص بھی اس قسم کی صحیح اور سچی حکمت کو اپنے وقت پر ایک مسلسل اور مرتب علمی نظام کی شکل دینے کی کوشش کرے گا اس کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ معلوم اور مسلّم علمی حقائق سے پوری طرح واقف ہو یعنی فلسفہ اور سائنس کی پوری وسعتوں پر اس کی نگاہ ہو اگر یہ استعداد اس میں نہ ہو گی تو اس کے پاس وہ تصورات ہی نہ ہوں گے جن سے وہ اس سچی حکمت کے خلاؤں کو پُر کر کے اس کی ترتیب اور تنظیم کو مکمل کر سکے۔ اس استعداد میں حکیمانہ بصیرت اور اُپج اور منطقیانہ ذوق اور ایک باریک بینی کی صلاحیتیں بھی شامل ہیں۔ ان صلاحیتوں کے بغیر وہ یہ نہیں دیکھ سکے گا کہ اس حکمت کے اندرونی تصورات کا آپس میں اور بیرونی علمی حقائق کے ساتھ اور حقیقتِ کائنات کے ساتھ کوئی عقلی اور علمی ربط ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیا ہے؟ پھر اس کے لیے یہ بھی ضروری ہو گا کہ وہ اس حکمت کے مرکزی تصور یعنی حقیقتِ کائنات کے صحیح تصوّر کے ایک ایسے وجدان سے بہرہ ور ہو جو مکمل طور پر تربیت یافتہ، روشن اور طاقتور ہو۔ اس استعداد کے بغیر وہ سائنس اور فلسفہ کی واقفیت کو غلط طور پر کام میں لائے گا اس کا استدلال ٹھوکریں کھائے گا اور اس کی حکیمانہ اُپج یا بصیرت غلط راہ پر چل نکلے گی اس کا منطقیانہ ذوق غلط نتائج پیدا کرے گا اور اس کی باریک بینی غلط راستہ اختیار کرے گی۔ اس کے برعکس اگر اس میں یہ استعداد ہو گی تو اپنے وجدان کے زوردار نورِ تجسّس (SEARCH LIGHT) کی مدد سے وہ نہ صرف یہ دیکھ سکے گا کہ کہاں تک اس حکمت کے اندر کے تصورات جو علمی حقیقتوں کے طور پر پیش کیے گئے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ، حکمت کے مرکزی تصور کے ساتھ اور ان کی علمی حقیقتوں کے ساتھ جو اس کے حکمت کے باہر ہیں اور اس میں سموئی نہیں گئیں عقلی ربط و ضبط رکھتے ہیں بلکہ یہ بھی دیکھ لے گا کہ معلوم اور مسلّم علمی حقیقتوں میں سے کون سی ایسی ہیں جو حقیقتِ کائنات کے صحیح تصوّر کے ساتھ مطابقت رکھنے کی وجہ سے سچ مچ کی علمی حقیقتیں نہیں ہیں ان کی خامیاں کیا ہیں اور کس طرح سے ان خامیوں کو دُور

(باقی صفحہ ۵۴ پر)

com